OPEN ACCESS
Journal of Islamic & Religious Studies
ISSN (Online): 2519-7118
ISSN (Print): 2518-5330
jirs.uoh.edu.pk/jirs

JIRS, Vol.:6, Issue: 1, Jan – June 2021
DOI: 10.36476/JIRS.6:1.06.2021.08, PP: 41 - 56

حق ایجاد: شریعہ و قانون کے تناظر میں تقابلی مطالعہ

Patent Right: Comparative Study in Perspective of Shariah and Law

Dr. Hafiz Nasir Ali
Visiting Lecturer,University of Sargodha, Sub Campus Bhakkar

Version of Record Online/Print: 25-06-2021
Accepted: 31-05-2021
Received: 31-01-2021

Abstract

The world has taken the shape of globalization due to the rapid development in modern times. Thanks to the proliferation of inventions, modern methods of trade have become the norm, which has given rise to an endless series of modern jurisprudential issues concerning trade and affairs. Many types of personal rights have become prevalent in modern times that have no real sensory existence, but their transactions through buying and selling in the market are common, such as turbans of houses and shops, specific trademarks, use of commercial licenses, rights Authorship and publication, sale of atmosphere, etc. One of these rights is "patent right". What is the Islamic and legal concept about this? Is it permissible to buy or sell it? This article attempts to draw a comparison between the Islamic perspective on patent rights and its legal issues. The study concludes that buying and selling patent rights is permissible according to the laws and fatwās of most of the jurists. Moreover, according to Islamic teachings, it is forbidden to invent and use devices that cause problems and suffering to human life.

Key words: *innovations, globalization, authorship, jurisprudential issues, barter system*

CC BY

تمہید

عصر حاضر میں انتہائی برق رفتار ترقی کے سبب دنیا ایک (گلوبلائزیشن) عالمگیریت کی شکل اختیار کر چکی ہے، ایجادات کی بہتات نے سرحدوں کے فرق کو مٹا کر دنیا کو ایک گاؤں میں تبدیل کر کے مشرق و مغرب کے فاصلوں کو مٹا دیا ہے جس کی بدولت تجارت و مال کی کمائی کے جدید تر طور طریقے مروج ہو چکے ہیں، اس حیرت انگیز ترقی کے باعث موجودہ دور میں تجارت و معاملات کی بابت جدید فقہی مسائل کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا ہے، انہیں میں سے ایک مسئلہ حقوق (Rights) کے قابل عوض ہونے اور نہ ہونے کا مسئلہ بھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں شخصی حقوق کی بہت سی قسمیں رائج ہو چکی ہیں جو حقیقت میں "اعیان" نہیں ہیں یعنی ان کا کوئی حسی وجود نہیں ہے، لیکن بازار میں خرید و فروخت کے ذریعے ان کا لین دین عام ہے، مثلاً مکانات اور دکانوں کی پگڑی، مخصوص تجارتی ٹریڈ مارک، تجارتی لائسنس کا استعمال، اور وہ حقوق جن کو آج کی آسان زبان میں ادبی فنی (کمپیوٹر سافٹ وئیر وغیرہ) حق ملکیت کہا جاتا ہے، مثلاً حق تصنیف واشاعت، فضا کی بیع وغیرہ، ان ہی حقوق میں سے ایک حق ایجاد بھی ہے جس کو پیٹنٹ کہا جاتا ہے، اس کے بارے میں اسلامی اور قانونی تصور کیا ہے؟ کیا اس کی خرید و فروخت جائز ہے؟ اس مضمون میں حق ایجاد کے متعلق اسلامی نقطہ نظر اور قانونی امور کے درمیان تقابل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

بنیادی سوالاتِ تحقیق

1. اسلام میں حق ایجاد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
2. حق ایجاد کے مفاہیم میں شریعہ اور قانون کے تناظر میں یکسانیت پائی جاتی ہے یا تضاد پایا جاتا ہے؟

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

مفتی محمد شفیع نے ۱۳۶۲ھ میں ایک استفتاء کے جواب میں حق تصنیف و حق ایجاد پر کچھ مفصل و مدلل بحث کی ہے جو جواہر الفقہ میں چھپ چکی ہے۔ حبیب الرحمٰن نے ۲۰۱۴ء میں پنجاب یونیورسٹی سے [Intellectual Property Rights in Islamic Perspective] کے عنوان سے پی ایچ ڈی سطح پر مقالہ تحریر کیا جس میں حقوق دانش کی قسم کے طور پر حق ایجاد کی شرعی حیثیت بیان کی گئی۔ "حقوق الاختراع والتالیف از حسین بن معلوی شہرانی" میں حق ایجاد کے شرعی پہلو کو بھی زیر بحث لایا گیا۔

مذکورہ بالا ابحاث میں حق ایجاد کی صرف شرعی بحث ہے تو کسی میں صرف قانونی بحث ہے لہٰذا اس تحقیق میں حق ایجاد کی شرعی و قانونی حیثیت کے ساتھ تقابل بھی پیش کیا گیا ہے۔

حق ایجاد کا لغوی مفہوم

ایجاد و ابتکار سے مراد یہ ہے کہ کسی نئی چیز کو ایجاد کرنا جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو جیسے نئی مشینری، جدید اسلحہ، جہاز، گاڑیاں، موبائل، کمپیوٹر، ادویات، صنعتی ڈیزائن، فارمولے وغیرہ۔ ایجاد، ابتکار، ابداع، اختراع اور احداث مفہوم میں قریب قریب ہیں چنانچہ "کشاف اصطلاحات الفنون" میں "ابداع" کا معنی یوں بیان کیا ہے:

"إحداث شيء على غير مثال سبق"[1]

"کسی ایسی چیز کو ایجاد کرنا جس کی پہلے مثال موجود نہ ہو۔"

اس ضمن میں ابوالبقاء ایجاد کی تعریف اس طرح لکھتے ہیں:

"والإيجاد والاختراع: إفَاضَة الصُّور على الْموَاد الْقَابِلَة، وَمِنْه جعل الْمَوْجُود الذِّهْنِي خَارِجا" [2]

"ذہنی تصویروں اور خاکوں کو مادی چیزوں پر لے آنے کو ایجاد واختراع کہتے ہیں کہ ذہنی موجود کو خارجی بنادینا اسی سے ہے۔"

مذکورہ تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ ایجاد کرنے والے کے ذہن میں جو افکار وتصورات اور ذہنی خاکے ہوتے ہیں جیسے آلات، مشینری وغیرہ ان کو مادی چیزوں کی طرف تحویل کرنا ایجاد کہلاتا ہے۔

حق ایجاد کا اصطلاحی مفہوم

ایوب بن موسیٰ کفوی نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

"ما يثبت للمخترع بمقتضى الشرع من سلطة على ما اخترعه تمكنه من الاحتفاظ بنسبته اليه والاستئثار بالمنفعة المالية التي يمكن استغلالها منه" [3]

"موجد اور مخترع کو شرعی طور پر اپنی ایجاد پر جو تسلط حاصل ہوتا ہے جس کی وجہ سے موجد اپنی طرف نسبت کرنے کی حفاظت اور ایجاد سے ممکنہ مالی فوائد حاصل کر سکتا ہے۔"

گویا موجد کو حق حاصل ہے کہ اپنی ایجاد سے منفعت حاصل کرے جو خواہ مالی ہی ہو۔ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

"حق ایجاد عرف اور قانون کی بنیاد پر اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جس نے کوئی نئی چیز ایجاد کی ہو یا کسی چیز کی نئی شکل ایجاد کی ہو حق ایجاد کا مطلب یہ ہے کہ تنہا اسی شخص کو اپنی ایجاد کردہ چیز بنانے اور منڈی میں پیش کرنے کا حق ہے پھر بسا اوقات ایجاد کرنے والا اپنا یہ حق دوسرے کے ہاتھ بیچ دیتا ہے تو اس حق کو خریدنے والا ایجاد کرنے والے کی طرح وہ چیز تیار کرتا ہے اور منڈی میں بیچتا ہے۔" [4]

مندرجہ بالا مفاہیم کا خلاصہ یہ ہے کہ ایجاد وابتکار چونکہ انسانی عقل وفکر کا نتیجہ ہے جیسے تصنیف وتالیف انسانی عقل وفکر کا نتیجہ ہے اس لیے حقوق تصنیف اور حقوق ایجاد دونوں کو "حقوق فکریہ، حقوق ذہنیہ، اور حقوق دانش" کہا جاتا ہے۔

ایجاد کے متعلق حقوق

ایجاد کردہ شئی کے ساتھ موجد اور امت دونوں کے حقوق وابستہ ہیں اس لیے حقوق ایجاد کی ابتداء دو قسمیں ہیں:

(1) حقوق امت (2) حقوق موجد۔

1. **حقوق امت**

حقوق امت سے مراد امت کے وہ حقوق ہیں جو امت ایجاد کردہ شئی میں سموئے ہوئے فوائد کی محتاج ہے، اسی طرح حقوق امت کی مزید دو قسمیں ہیں، حقوق عوام اور حقوق حکومت۔

حقوق عوام

یہ بات تو ناممکن ہے کہ ایجاد کردہ کے فوائد موجد کی ملکیت میں ہوں اور دوسرا کوئی آدمی ان سے فائدہ نہ اٹھاسکے بلکہ وہ ہر مستفید کا حق ہوگا ورنہ لوگوں کے ایجاد کردہ کے استعمال کا فائدہ کیا ہوگا۔ اس لیے حقوق ایجاد کے محفوظ کرانے کا یہ معنی نہیں کہ یہ عام حق ختم ہوجائے اور اس سے انتفاع رک جائے۔

حقوق حکومت

اگر کسی کی ایجاد کردہ شئی بہت فائدہ مند ہو اور اداروں کو اس کی ضرورت ہو لیکن وہ نایاب ہو چکی ہو موجد نہ خود اس کے مزید نمونے بناتا ہو اور نہ ہی کسی کو اس کی اجازت دیتا ہو تو حاکم کو اختیار ہے کہ مصالح عامہ کے پیش نظر اس کے نمونے بنوا کر بیچ دے یا لوگوں کو اس کی عام اجازت دے دے۔[5] چنانچہ حقوق عوام اور حقوق حکومت میں فرق واضح ہے کہ اول کا ایک محدود مفہوم و استعمال جبکہ موخر الذکر کا مفہوم وسیع تر ہے۔

2. حقوق موجد

اس سے موجد کے حقوق مراد ہیں، ایجاد کے بعد موجد کو جو حقوق حاصل ہوتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔

- **حقوق نسبیہ**: اس قسم میں متعدد حقوق آتے ہیں:

ایجاد کے اپنی طرف نسبت کرنے کا حق

لہٰذا وہ اس نسبت سے کسی کے لئے بھی دستبردار نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی دوسرا اس کتاب کی نسبت اپنی طرف کر سکتا ہے اگر کسی نے ایسا کیا تو موجد اور اس کے ورثہ کو قانونی کاروائی کرنے کا حق حاصل ہے۔

اپنی ایجاد کردہ کے نمونے بنانے کا حق

لہٰذا اس کی اجازت کے بغیر دوسرے آدمی کو اس کی اجازت نہیں ہے۔

اپنی ایجاد کردہ میں کسی قسم کی کمی بیشی اور تبدیلی کے دفاع کرنے کا حق

اگر موجد اپنی ایجاد کردہ میں خامیاں پاتا ہے تو اس کی اصلاح کرنے یا اس کو ضائع کرنے اور بازار میں اس کے روکنے کا حق اسی کو حاصل ہے۔ یہ حقوق پوری زندگی اور زندگی کے بعد اس کے لئے برقرار رہیں گے، یہ حقوق ایسے ہیں جو بالاتفاق معاوضہ کو قبول نہیں کرتے اور نہ مال کے حکم میں ہیں۔[6]

حقوق مالیہ

جس شخص نے کوئی شئی ایجاد کی ہے صرف اسے اس ایجاد کردہ کی مارکیٹنگ اور اس سے تجارتی نفع حاصل کرنے کا حق ہوتا ہے بسا اوقات ایجاد کرنے والا یہ حق (یعنی ایجاد کردہ شئی سے مالی منافع اٹھانے کا حق) دوسرے کے ہاتھ بیچ دیتا ہے تو اس حق کا خریدار مارکیٹنگ کے بارے میں ان حقوق کا مالک ہو جاتا ہے جو موجد کو حاصل تھا۔

حاصل یہ ہے ہماری بحث میں حق ایجاد سے مراد ہے اپنی ایجاد کردہ شئی سے مادی فائدہ حاصل کرنے کا حق۔ اس حق میں اختلاف ہے کہ یہ حق مالی ہے یا نہیں اور اس حق کو بیچنا اور اس کا معاوضہ لینا جائز ہے یا نہیں؟[7]

حق ایجاد کے معاوضہ اور اس کی خرید و فروخت سے متعلق اسلامی و فقہی نقطہ نظر

حق ایجاد کے معاوضہ کی دو صورتیں ہیں:

[ا] حق سے وقتی دست برداری

یعنی موجد معاوضہ لے کر محدود مدت کے لئے یا محدود نمونوں میں اپنے مالی حق سے دستبردار ہو جاتا ہے۔ اس کو اجارہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

[۲] ہمیشہ کے لئے دستبرداری

یعنی موجد ایک بھاری رقم لے کر اپنی ایجاد کی مارکیٹنگ سے ہمیشہ کے لئے دستبردار ہو جاتا ہے اور یہ حق پھر مستقل طور پر تاجر اور کمپنی کو حاصل ہو جاتا ہے۔[8]

اس بات پر اتفاق ہے کہ موجد نے محنت، دردسری، دلسوزی و عرق ریزی کے ساتھ جو اصل نمونہ تیار کیا ہے اس کو جس قدر قیمت پر چاہے بیچ سکتا ہے لیکن اس کی مارکیٹنگ کے حق کو بیچ سکتا ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت یہ ہے کہ ان حقوق ایجاد کا قدیم زمانہ میں کوئی خاص تصور نہیں تھا جس کی بناء پر متقدمین کے اقوال نہیں ملتے لیکن عصر حاضر میں اس کے ساتھ تجارتی منافع وابستہ ہو گئے ہیں اور عرف میں ان حقوق کی اب رجسٹریشن بھی ہوتی ہے، حکومت کی طرف سے اس کا تحفظ ہونے لگا، اور ان حقوق کی خرید و فروخت بھی شروع ہو گئی۔ اس لیے متاخرین و معاصرین کا اس بارے میں اختلاف ہے۔

قول اول

بعض فقہاء احناف کے نزدیک حقوق ایجاد موجد کا مخصوص حق نہیں ہیں اور نہ یہ حقوق مالیہ ہیں لہٰذا اس کی خرید وفروخت اور اس کا معاوضہ لینا جائز نہیں اس کے قائلین میں مفتی رشید احمد گنگوہیؒ، مفتی رشید احمد لدھیانویؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ[9]، ڈاکٹر احمد الحجی الکردیؒ، شیخ تقی الدین نبہانیؒ وغیرہ شامل ہیں۔[10]

مفتی محمد شفیع تحریر کرتے ہیں:

"اپنی کسی تصنیف یا ایجاد کو رجسٹرڈ کرا کر دوسروں کو اس کی اشاعت یا صنعت سے روکنا جائز نہیں۔"[11]

مفتی محمد شفیعؒ حق ایجاد کو حق ناحق سے تعبیر کرتے ہیں وہ کہتے ہیں:

"حق تصنیف سو نہ وہ کوئی مال ہے نہ ملکیت کی صلاحیت رکھتا ہے البتہ موجودہ دور نے جس طرح اور بہت سی ناحق چیزوں کا نام حق رکھ دیا ہے اسی میں یہ حق تصنیف وایجاد بھی داخل ہے۔"[12]

قول دوم

جمہور فقہاء مالکیہ، شوافع، حنابلہ اور اکثر متاخرین فقہاء احناف کے نزدیک یہ ایک حق مجرد ہے لیکن عرف وغیرہ کی وجہ سے مال کے حکم میں ہے لہٰذا اس کا معاوضہ لینا اور اس کا ہبہ کرنا جائز ہے۔ اس کے قائلین میں مولانا فتح محمد لکھنویؒ [مولانا عبد الحئی لکھنویؒ کے شاگرد] مفتی محمد کفایت اللہؒ، مفتی نظام الدینؒ، مفتی عبد الرحیم لاجپوریؒ، مفتی تقی عثمانی[13]، مولانا محمد جنید عالم ندویؒ، مفتی نسیم احمد قاسمیؒ، برہان الدین سنبھلیؒ، شیخ بکر ابو زیدؒ، ڈاکٹر محمد فتحی الدرینیؒ، ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوطیؒ شامل ہیں۔[14]

جمہور کے دلائل

[1] ایجاد کے سلسلہ میں غور وفکر کرنا تمام اہل فن کا حق ہے اس میں سارے برابر ہیں لیکن جب ایک اہل فن نے اپنی فکر کو استعمال کر کے کوئی نمونہ تیار کیا تو وہ اس کی طرف باقیوں سے سبقت لے گیا لہٰذا یہ خالص اس کا حق ہو گا اور اس نمونہ سے نفع کمانے اور بازار میں لانے کا وہ سب سے زیادہ حقدار ہو گا کیونکہ حدیث میں ہے

"مَنْ سبق إلى ما لم يَسْبقْه إليه مسلمٌ فهو له"[15]

"جس نے کسی ایسی چیز کی طرف سبقت کی جس کی طرف کسی مسلمان نے سبقت نہیں کی تھی تو وہ چیز اس کی ہو گی۔"

اس حدیث میں لفظ "ما" سے کیا مراد ہے؟ امام بیہقیؒ نے اس سے بنجر زمین مراد لی ہے اور اس حدیث کا مقصد بنجر زمین کا آباد کرنا ہے[16] لیکن علامہ مناویؒ نے اس بارے میں متعدد شارحین سے نقل کیا ہے:

"بمعنى شيء والحمل عليه أكمل وأتم فيشمل ما كل عين وبئر ومعدن كملح ونفط فالناس فيه سواء ومن سبق لشيء منها فهو أحق به" [17]

"ما" شئ کے معنی میں ہے اور اس پر محمول کرنا زیادہ کامل اور تام ہے لہٰذا یہ ہر قسم کے چشمہ کنواں معدن وغیرہ کو شامل ہے جیسے نمک اور کوئلہ پس اس میں لوگ برابر ہیں اور جس نے ان میں سے کسی چیز کی طرف سبقت کی وہ اس کا زیادہ حقدار ہوگا۔"

اور اصول فقہ میں مشہور ہے:

" الْعِبْرَةَ بِعُمُومِ اللَّفْظِ لَا بِخُصُوصِ السَّبَبِ" [18]

"اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے خاص سبب ورود کا اعتبار نہیں ہوتا۔"

جب ثابت ہو گیا کہ حق ایجاد حق اسبقیت ہے تو اس پر وہ تمام احکام منطبق ہوں گے جو حقوق اسبقیت پر مرتب ہوتے ہیں۔ حق تحجیر کے بارے میں یہی حکم ہے کہ اس کی بیع تو جائز نہیں البتہ معاوضہ لے کر اس سے دست بردار ہونا بالاتفاق جائز ہے اس لیے حقوق ایجاد کی بیع بھی جائز نہیں ہوگی البتہ معاوضہ لے کر اس سے دست بردار ہونا جائز ہوگا۔

لیکن اگر موجد نے حکومتی رجسٹریشن کرالیا جس میں موجد کو محنت کرنی پڑتی ہے اس میں وقت اور مال خرچ کرنا پڑتا ہے جس کے بعد یہ ایک قانونی حق بن جاتا ہے اور حکومت ایک سرٹیفکیٹ کا اجراء کرتی ہے جو تاجروں کے عرف میں قیمتی مال شمار ہوتا ہے۔ اس عرف کی بناء پر یہ حق مال کے حکم میں داخل ہوگا اور اس کی بیع بھی جائز ہو جائے گی۔ کیونکہ کسی چیز کے مال ہونے میں عرف کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

[2] اس پر اتفاق ہے موجد کا تیار کردہ نمونہ ذی قیمت اعیان میں سے ہے اور حقوق ایجاد کا تعلق اسی نمونہ سے ہیں لہٰذا یہ ایسے حقوق ہیں جن کا تعلق اعیان مالیہ کے ساتھ ہے اور جن حقوق و منافع کا تعلق اعیان مالیہ کے ساتھ ہو وہ بھی مال کے حکم میں ہوتے ہیں اور ان کا معاوضہ لینا جائز ہوتا ہے۔

[3] حقوق ایجاد عرف میں معتبر سمجھے جاتے ہیں اور ان کو حقوق مالیہ میں شمار کیا جاتا ہے ان کا معاوضہ لیا اور دیا جاتا ہے اس لیے عرف کی بناء پر یہ حقوق بھی مال کا درجہ حاصل کر لیں گے اور ان کا معاوضہ جائز ہوگا۔[19] کیونکہ زمانہ کے اختلاف سے بہت سے احکام بدل جاتے ہیں مثلاً تعلیم قرآن، امامت اور اذان پر اجرت لینے کو متقدمین فقہاء ناجائز کہتے تھے لیکن متاخرین نے اختلاف زمانہ اور تبدیل عرف کے بعد اس کے جواز کا فتوی دیا[20] ایسے ہی مٹی اور ریشم کا کیڑا مال شمار نہیں ہوتے تھے پھر اختلاف زمانہ اور تبدیل عرف کے بعد اب مال شمار ہوتے ہیں، اسی طرح حلال جانوروں کے گوبر اور پیشاب کو امام محمد نجاست مغلظہ سمجھتے تھے مگر جب انھوں نے تبدیل عرف اور ابتلاء ناس کا معاینہ کیا تو اس کے نجاست خفیفہ ہونے کا فتوی دیا وغیرہ۔[21]

[4] حکومت کی طرف سے ڈھالے ہوئے سکے اور چھاپے ہوئے نوٹوں، ڈاک ٹکٹوں وغیرہ پر قیاس کرتے ہیں جیسے اگر کوئی ان نوٹوں اور سکوں کو خرید کر ان کا مالک ہو گیا تو وہ ان نوٹوں اور سکوں میں ہر طرح کا تصرف کر سکتا ہے ان کو بیچے، ہبہ کرے وغیرہ لیکن اس خریداری کی وجہ سے اس طرح کے نوٹ چھاپنا اور سکے ڈھالنا جائز نہیں اسی طرح ایجاد کردہ نمونہ کے خریدار کو یہ

حق نہیں کہ وہ اس نمونہ جیسے دوسرے نمونے تیار کرکے مارکیٹنگ کرے۔

[5] موجودہ زمانے میں بہت سے ایسے صاحب ہنر وسائنس دان ہیں جنھوں نے اپنی معاش کا ذریعہ ہی ایجادات کو بنایا ہوا ہے بسا اوقات وہ نمونہ بنا کر مہنگے داموں کسی کو بیچ دیتے ہیں جس میں حقوق مارکیٹنگ بھی شامل ہوتے ہیں اور یہ ذریعہ معاش عرف میں مروج ہو چکا ہے اس لیے موجودہ زمانے میں موجد کو یہ حق ضرور حاصل ہونا چاہیئے جیسے پہلے تعلیم قرآن وفقہ، امامت، اذان وغیرہ پر اجرت لینے کو متقدمین جائز نہیں کہتے تھے کیونکہ حکومت کی طرف سے ان کو عطیات ملا کرتے اور طلبہ بھی مروت کے طور پر مالی امداد کرتے تھے مگر جب حکومتی عطیات کا ملنا بند ہوا طلبہ میں وہ ذوق نہ رہا تو متاخرین نے اس کی اجازت دے دی اور جیسے ابتداء میں قرآن کریم کے بیچنے کو، علمی کتابوں کے نسخہ تیار کرنے کی اجرت لینے اور حدیث بیان کرنے کی اجرت لینے کو بعض نے ناجائز کہا لیکن کئی محدثین کا یہ ذریعہ معاش تھا کہ قرآن لکھ کر بیچتے یا کسی حدیث وفقہ کی کتاب کی نقل تیار کرکے بیچتے تھے یا حدیث بیان کرنے میں مشغول رہنے کی وجہ سے اس پر اجرت لیتے تھے اس لیے بہت سے حضرات [صحابہ، تابعین اور دیگر محدثین] نے ان کے اس ذریعہ معاش کو جائز کہا ہے اس کی تفصیل "فقہ النوازل" میں ملاحظہ کریں۔

مانعین کے دلائل اور ان کا تحقیقی جائزہ

مانعین نے اس کے عدم جواز پر متعدد دلیلیں دی ہیں:

[1] مفتی محمد شفیعؒ تحریر کرتے ہیں:

"کسی شخص کو مباح تصرف سے روکنے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ اس کا یہ تصرف کسی غیر کی ملک میں بلا اس کی اجازت کے ہو دوسرے یہ کہ اس تصرف سے کسی شخص یا جماعت کا ضرر ہوتا ہو اور مسئلہ زیر بحث میں یہ دونوں وجہ مفقود ہیں اول تو اس لیے کہ تصنیف کو شائع کرنے والا یا ایجاد کو بنانے والا مصنف یا موجد کی کسی ملک میں تصرف نہیں کرتا بلکہ کتابت خود کراتا ہے کاغذ خود فراہم کرتا ہے طباعت وغیرہ کی اجرت خود دیتا ہے اور نقل کرنے کے لئے جو کتاب لیتا ہے وہ بھی خرید کر یا کسی دوسرے مباح طریقے سے ہی حاصل کرتا ہے۔ اور وجہ ثانی اس لیے مفقود ہے کہ تصنیف کو شائع کرنے والا مصنف کو یا کسی دوسرے شخص کو شائع کرنے سے نہیں روکتا جو موجب ضرر ہو البتہ دوسری جگہ شائع ہو جانے سے مصنف یا موجد کی گراں فروشی کے غلو کا انسداد ہوتا ہے کہ اس کی من مانی منفعت پر لوگ مجبور نہیں ہو سکتے سو اول تو یہ ضرر نہیں عدم النفع بلکہ تقلیل النفع ہے اور ضرر و عدم النفع میں فرق ظاہر ہے۔"[22]

تحقیقی جائزہ

یہ بات واضح ہے کہ جس نے ایجاد کرنے کے لئے جسمانی اور ذہنی مشقتیں جھیلیں بے پناہ مال اور وقت صرف کیا، راتوں کو جاگا، اپنی راحت وآرام قربان کیا، وہ اپنی ایجاد کردہ سے مالی نفع اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے اس شخص کی بنسبت جس نے تھوڑی سی رقم میں مارکیٹ سے ایک نمونہ خرید کر نقلیں بنا کر مالی نفع اٹھانے لگا اگر ہم موجد کو حق اسبقیت سے محروم کریں گے تو بسا اوقات محنت موجد کرے گا اور کمائیں گے دوسرے اور موجد کی بنسبت دوسرے بڑے تاجر اس کے ایجاد کردہ نمونہ سے مالی منافع زیادہ حاصل کر جائیں گے اور وہ منہ دیکھتا رہ جائے گا۔

[2] حقوق تصنیف حقوق مجردہ میں سے ہیں اور حقوق مجردہ کا عوض لینا جائز نہیں جیسا کہ ابن نجیم نے ذکر کیا ہے:

"الْحُقُوقُ الْمُجَرَّدَةُ لَا يَجُوزُ الِاعْتِيَاضُ عَنْهَا" [23]

"حقوق مجردہ کا عوض لینا جائز نہیں۔"

تحقیقی جائزہ

حقوق مجردہ کے عوض کے عدم جواز کا قاعدہ کلی نہیں بلکہ بہت سے حقوق اس سے مستثنیٰ ہیں مثلاً حق شرب، حق مرور وغیرہ۔

خلاصہ

اس مسئلہ میں راجح یہی ہے کہ حق ایجاد کو حق مالی تصور کرتے ہوئے اس کی رجسٹریشن اور اس کا معاوضہ لینا جائز ہونا چاہیئے کئی وجوہات کی بناء پر:

[۱] حقوق مجردہ کے عوض کے عدم جواز کا قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ اس سے کئی حقوق مستثنیٰ ہیں۔

[۲] حقوق و منافع کے مال ہونے کے متعلق جمہور کا موقف مضبوط ہے اور متقدمین احناف نے بھی کئی منافع کو عرف کی بناء پر یا عین سے متعلق ہونے کی بناء پر مال کا درجہ دیا ہے اس لیے ان حقوق کو بھی عرف اور عین [مسودہ] کے متعلق ہونے کی بناء پر مال کا درجہ دیا جائے۔

[۳] ایجاد مالی منافع کا ایک اہم سبب ہے اس لیے کمپنیاں اور ادارے بنائے گئے ہیں لہٰذا مالی منافع سے موجد کو محروم کرنا اس پر زیادتی اور ظلم ہوگا۔

احتیاط اور تقویٰ کا تقاضا

احتیاط اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ اگر موجد کو مال کی ضرورت ہو تو بقدر ضرورت مال وصول کرلے لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے موجد کو دوسرے ذریعہ معاش کے ساتھ مستغنی کر دیا ہے تو اس کو چاہیئے کہ اس کی مارکیٹنگ کی بلا معاوضہ عام اجازت دے دے۔

اسلامی فقہ اکیڈمی کا فیصلہ

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے دفتر میں اسلامی فقہ اکیڈمی کے نوویں اجلاس جو ۱۲ رجب تا ۱۹ رجب ۱۴۰۶ھ کو منعقد ہوا اس اجلاس میں حقوق ایجاد پر خوب غور و خوض اور تحقیق کے بعد یہ طے پایا:

> "غرض زمانہ کی تبدیلی اور نئی ایجادات کے ظہور کی وجہ سے صورت حال بدل گئی ہے پس ضروری ہے کہ تالیف اور ایجاد میں صاحب تالیف اور صاحب ایجاد کے حق کو معتبر مانا جائے یہ حق شرعاً اس کی ملکیت ہے اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کے لئے دست درازی جائز نہیں۔ اس حق میں وراثت بھی جاری ہوگی اور یہ حق ان تمام بین الاقوامی معاہدات نظام اور دستور کا پابند ہوگا جو شریعت کے خلاف نہ ہوں، لیکن جس مولف یا موجد سے کوئی اشاعتی ادارہ اجرت پر کام لیتا ہے تو اس کی تحقیقات اس ادارہ کی ملکیت ہوں گی اور وہ باہمی طے شدہ شرائط کا پابند ہوگا۔" [24]

حق ایجاد اور فقہ جعفریہ

حقوق تالیف، حقوق ایجادات وغیرہ کے بارے میں فقہ جعفریہ کے علماء میں بھی باہم اختلاف ہے جب سے یہ حقوق سامنے آئے تو بعض نے اس کی مخالفت کی اور انھیں حق تسلیم نہیں کیا جیسے آیت اللہ صافی گلپایگانی، روح اللہ خمینی [25] وغیرہ، لیکن

بعد کے اکثر فقہاء نے ان حقوق کو تسلیم کیا اور ان کے معاوضہ کو جائز قرار دیا ہے، فاضل لنکرانی، مکارم شیرازی[26] وغیرہ۔

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی کا فیصلہ

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی کا ساتواں فقہی سیمینار رجب ۱۴۳۱ھ / جولائی ۲۰۱۰ء کو بریلی میں منعقد ہوا جس میں حقوق دانش حق تصنیف حق طباعت اور حق ایجاد کی خرید وفروخت پر گفتگو ہوئی جس میں یہ طے ہوا:

"تصنیف کا حق اشاعت، اپنی ایجاد کا فارمولہ، کتاب یا کسی مال کے ساتھ تبعاً فروخت کرنا جائز ہے۔ اگر مصنف یا موجد نے تجارت کا راس المال نہ دیا یا خود تجارت میں شرکت نہیں کی تو اس کے لئے رائلٹی کا لین دین شرعاً حرام وناجائز ہے۔"[27]

مجمع الفقہ الاسلامی کا فیصلہ

مجمع الفقہ الاسلامی نے کویت میں یکم جمادی الاولی سے ۶ جمادی الاولی ۱۴۰۹ھ تک منعقد ہونے والے اپنے پانچویں اجلاس میں خوب بحث و تحقیق کے بعد یہی طے کیا کہ تجارتی نام، ٹریڈ مارک، حقوق تالیف، حقوق ایجاد وغیرہ کا حقوق ہونا مالکان کے لئے شرعا معتبر ہے کسی دوسرے کے لئے ان کا استعمال جائز نہیں اور اس موجودہ دور میں یہ ذی قیمت ہیں اور مال کے درجہ میں ہیں، ان میں تصرف کرنا مالی عوض کے ساتھ جائز ہے بشرطیکہ اس میں کوئی دھوکہ اور التباس نہ ہو۔[28]

پیٹنٹ (ایجاد) اور اس کا قانونی تصور

پیٹنٹ کا قانونی تعارف

پیٹنٹ ایک لاطینی لفظ "patere" سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے "کھول کر رکھنا، عوامی فلاح کے لیے دستیاب رکھنا"۔ جدید مفہوم میں پیٹنٹ کسی کو بھی دیے گئے ان حقوق کی نشاندہی کرتا ہے جو کسی موجد کو اس کی نئی ایجاد پر قانونی طور پر دیے جاتے ہیں۔

مغربی ممالک میں صنعتی ڈیزائن کو "ڈیزائن پیٹنٹ" کہا جاتا ہے۔[29] پودوں کی نئی اقسام کی تیاری کرنے والے جب کسی منفرد پودے کو متعارف کرواتے ہیں تو اس کو "plant patents" کا نام دیتے ہیں۔[30] مغربی ممالک میں جدید سائنسی ایجادات اور آلات کی تیاری میں تنوع پیدا ہونے کی بناپر بائیولوجیکل پیٹنٹ، بزنس میتھڈ پیٹنٹ، کیمیکل پیٹنٹ اور سافٹ ویئر پیٹنٹ وغیرہ کی اصطلاحات بھی استعمال ہو رہی ہیں۔

قوانین پیٹنٹ کی تاریخ

اگرچہ کچھ ایسے شواہد موجود ہیں جن کی بناپر کہا جاسکتا ہے کہ پیٹنٹ کے حقوق قدیم یونانی شہر سائبارس میں متعارف کروائے گئے تھے۔[31] جدید طرز کا پیٹنٹ ۱۴۷۴ء میں سب سے پہلے وینس میں ترویج پایا تھا اور پہلی مرتبہ عمل میں آنے کے وقت اس کا دورانیہ دس برس تھا۔[32] بعد میں وینس جب روم کا حصہ بن گیا تو روم کے دیگر علاقوں میں بھی یہ قانون پھیلتا چلا گیا۔[33] سولہویں صدی میں جب مغرب میں صنعتی انقلاب کا آغاز ہوا تو پیٹنٹ کے حق کے بارے میں زیادہ شعوری بیداری عمل میں آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ پورے یورپ کی صنعتی زندگی کا جزو لازم بن گیا۔[34]

دنیا کا پہلا پیٹنٹ ایکٹ امریکہ میں کانگریس نے ۱۰ اپریل ۱۷۹۰ء میں " An Act to promote the progress of useful Arts" کے نام سے تشکیل دیا،[35] عملی طور پر یہ ایک سائنس دان Samuel Hopkins کو ۳۱ جولائی ۱۷۹۰ء کو دیا گیا تھا

جس نے پوٹاشیم کاربونیٹ ایجاد کی تھی۔ اس قانون میں ۱۷۹۳ء اور پھر ۱۸۳۶ء میں ترمیم کی گئی تھی اور اس کے بعد ایک تفتیشی نظام قائم کر دیا گیا۔ ۱۷۹۰ء - ۱۸۳۶ء کے درمیان تقریباً دس ہزار پیٹنٹ دیے گئے تھے اور سول جنگ کے دوران تقریباً اسی ہزار پیٹنٹ جاری کیے گئے تھے۔[36]

پاکستانی قانون

پاکستان میں پہلا پیٹنٹ لاء ۱۹۱۱ء کے قانون میں ترامیم کرکے بنایا گیا تھا۔ بعد ازاں اس میں ۲۰۰۰ء کے پیٹنٹ آرڈیننس کے لیے بدلا گیا اور پھر ۲۰۰۲ء میں اس میں تیسری ترمیم کی گئی۔ ۲۰۰۷ء میں اور پھر ۲۰۱۰ء میں اس میں پھر ترمیم ہوئی۔ اس قانون کا نام "پاکستان پیٹنٹ ایکٹ ۲۰۱۰ء" رکھا گیا اور اس میں ۲۰۰۳ء کا پیٹنٹ رول بھی شامل کر دیا گیا تھا۔ پاکستان میں ۲۰۰۰ء میں "پیٹنٹ آرڈیننس" بنایا گیا اور اس کے بعد ۲۰۰۳ء میں "پیٹنٹ رول" نافذ کیا گیا تھا۔

TRIPS کے مطابق پاکستان میں بھی پیٹنٹ کا حق ۲۰ برس تک دیا جاتا ہے۔ کمپنیاں ملین بلکہ بلین ڈالروں کے احسان سے تکنیکی جدتوں پر سرمایہ کاری کرتی ہیں۔ ایسی ہر ایک سرمایہ کاری مجازی مفہوم میں جوا کی طرح ہے۔ کوئی بھی ایسی سرمایہ کاری نہیں کرے گا اگر زیر غور مشین یا تکنیک میں کوئی جدت نہ ہو یا کوئی دوسرا انتہائی سستے طریقے سے نقل کر سکے۔ بیس برس کا محدود عرصہ اس قانون کے ساتھ نتھی کرنے کا مقصد یہی ہے کہ تخلیقی صلاحیتوں کے حامل اشخاص صرف ایک ہی ایجاد کے بل بوتے پر ساری زندگی نہ گزار دیں بلکہ آئے روز نت نئی چیزیں ایجاد کرتے رہیں۔ عصرِ حاضر میں پیٹنٹ، بجلی کے آلات اور دیگر اشیا اہم ترین حصہ ہیں۔ ان کے بغیر موجودہ اسلوب میں زندگی کا تصور بھی ناممکن ہے۔ چنانچہ لازم ہے کہ موجدین کے حقوق کو قوانین کے تناظر میں محفوظ کیا جائے اور ایسے قوانین بنائے جائیں جو اسلامی قوانین کے ساتھ متصادم نہ ہوں۔[37]

پیٹنٹ کے بارے میں مغربی و پاکستانی قوانین کا مطالعہ کیا جائے تو یہی واضح ہوتا ہے کہ قوانین کی رو سے یہ حق قابل تسلیم بھی ہے اور اس کو مال کا درجہ بھی دیا گیا ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی جائز ہے قوانین میں اس کی ممانعت بالکل نہیں ہے۔

پیٹنٹ کے بارے میں قانونی و اسلامی تصورات کا تقابل

پیٹنٹ کا اطلاق سائنسی آلات و ایجادات پر ہوتا ہے۔ مغرب میں اس تخلیقی مہارت کو انتہائی تحسین کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ہر اس ایجاد کو رجسٹر کیا جاتا ہے جس سے مثبت یا منفی اعتبار سے کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اس حوالے سے مغربی قوانین میں بہت وسعت دی گئی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہر ایجاد کی تحسین نہیں کرتا بلکہ اسلام صرف ان ایجادات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جن سے انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی مقصود ہو۔ اسلام ایسے آلات کی ایجاد اور ان کا استعمال سرے سے حرام قرار دیتا ہے جس کی وجہ سے انسانی زندگی مسائل و مصائب کا شکار ہو۔[38] یا وہ حرام امور شراب و زنا وغیرہ میں مدد و معاون بنیں۔

اس قانون کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کردہ مخلوقات میں تغیر کو سرے سے حرام اور ناجائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ ہر وہ ایجاد جس کی وجہ سے انسانی جسم میں کوئی تبدیلی پیدا کی جا سکے، حرام تصور کی جاتی ہے۔ مثلاً انسانی جسم میں جینیاتی تبدیلیوں کے لیے استعمال ہونے والے آلات، ناجائز پلاسٹک سرجری اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی وغیرہ اس ضمن میں شمار ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح جوا کھیلنے والے آلات بھی اسی قبیل سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ کئی اسلامی ممالک جن میں کسی حد تک اسلامی قانون نافذ ہے، ان میں پیٹنٹ کا تصور اہلِ مغرب کے تصور

سے یکسر مختلف ہے۔ خلیج میں واقع ممالک میں یہ شرط موجود ہے کہ پیٹنٹ صرف اسی صورت میں رجسٹریشن کے قابل ہوگا اگر وہ اسلامی اصولوں کے مخالف نہ ہو۔ کسی بھی ایجاد میں طے کردہ اسلامی علامات موجود ہوں گی تو ہی وہ پیٹنٹ کیا جائے گا۔ حاصل یہ ہے کہ اسلامی فقہ میں اس حق کو محدود رکھا گیا ہے کیونکہ اسلامی فقہ میں حق ایجاد کو دو جہتوں کا سامنا ہے۔ ان کو بالکلیۃ نہ تو منظور اور مقبول کا درجہ دیا گیا ہے اور نہ ہی ان کا سرے سے انکار کیا گیا ہے بلکہ انہیں اسلامی قوانین کے اندر ایک محدود درجہ دیا گیا ہے۔

پیٹنٹ کی شرائط اور ان کا شرعی جائزہ

پیٹنٹ کے حاصل کرنے کے لیے چند شرطیں لازم قرار دی گئی ہیں ان کے بغیر پیٹنٹ کا حق نہیں ملے گا۔ اس معیار میں تین شرطیں ہیں:

[۱] پاکستانی قومیت ہو۔

[۲] دوسری شرط پیٹنٹ کے حق کے درخواست دہندہ میں تعلیمی قابلیت کا ہونا ہے۔

[۳] تیسری شرط اس ایجاد سے متعلق ہے جس پر پیٹنٹ حاصل کرنے کے لیے درخواست دی جارہی ہے۔ اس ایجاد میں ایک عام آدمی کے لیے زندگی کا کوئی نہ کوئی مسئلہ حل کرنے کا سامان ہونا چاہیئے نیز سابقہ ایجادات کے مقابلے میں اس میں ایک یا ایک سے زیادہ خصوصیات کا اضافہ ہونا چاہیئے۔ یہ خصوصیات اس ایجاد سے قبل کسی دوسری ایجاد میں موجود نہیں ہونی چاہییں۔ ایجاد کی گئی چیز کو صنعتی استعمال میں لانا ممکن ہو۔ اس امر کے لیے پہلے اس کی صنعتی افادیت کو یقینی بنایا جائے گا اور پھر اس کو پیٹنٹ کا حق دیا جائے گا۔[39]

پاکستانی قوانین کے مطابق تکنیکی حوالے سے متعدد چیزوں کو پیٹنٹ دیا جاسکتا ہے۔ ہر نئی چیز یا نئی چیز کے ایجاد کی تکنیک کو پیٹنٹ بآسانی مل جاتا ہے۔ جن اشیاء کو پیٹنٹ دیا جاسکتا ہے، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور اس میں یہ قید نہیں کہ وہ ایجاد جائز کاموں کے لئے ہے یا ناجائز کاموں کے لئے یعنی قانون میں ایجاد کے ساتھ شرعی کی قید نہیں ہے۔

شرائط کا شرعی جائزہ

شرائط پر بحث کرنے سے پہلے چند امور کا جاننا ضروری ہے:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فرائض وواجبات کی اتباع ضروری ہے اور ان کا چھوڑنا ناجائز اور حرام ہے۔ جس طرح فرائض اور واجبات میں معاون آلات واسباب کا استعمال واجب و مستحسن ہے اسی طرح فرائض وواجبات میں استعمال ہونے والے آلات کا ایجاد کرنا بھی شریعت کی نظر میں ایک مستحسن امر ہے۔ کیونکہ واجب کی طرف مفضی واجب کے درجے میں ہوتا ہے، چنانچہ علامہ عینیؒ تحریر کرتے ہیں:

"مَا لَا يتم الْوَاجِب إِلَّا بِهِ فَهُوَ وَاجِب" [40]

"ہر وہ چیز جس کے بغیر واجب ادا نہ ہوسکے وہ بھی واجب ہوتی ہے۔"

جیسے محرمات اور ناجائز امور سے بچنا ضروری ہے اور ان کا ارتکاب حرام ہے، اسی طرح حرام امور کے ارتکاب کے لیے آلات ووسائل بھی حرام ہیں، اور ان آلات کا ایجاد کرنا بھی ناجائز ہے کیونکہ حرام کی طرف مفضی چیز حرام ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زنا کے حرام ہونے کی وجہ سے اس کے اسباب سے بھی منع کردیا گیا ہے۔ علامہ وہبہ زحیلیؒ تحریر کرتے ہیں:

"أن السعي إلى تحصيل أسباب الواجب واجب، وأن السعي في تحصيل أسباب الحرام حرام، باتفاق" [41]

"واجب کے اسباب کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا واجب ہے اور حرام کے اسباب کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا بالاتفاق حرام ہے۔"

علامہ خلیل احمد سہارنپوریؒ تحریر کرتے ہیں :

"وكذلك كثير من المباحات ينهى عنه لأجل كونه سببًا لحرام، ومن ذلك تنشأ قاعدة: "المفضي إلى الحرام حرام" [42]

"اسی طرح بہت سے مباح امور حرام کا سبب بننے کی وجہ سے ممنوع ہیں۔ اسی سے یہ قاعدہ بنتا ہے کہ جو حرام کام کا سبب بنے وہ خود حرام ہوگا۔"

مذکورہ بالا عبارات دلالت کرتی ہیں کہ ناجائز امور کے لیے بنائے ہوئے آلات ناجائز ہوتے ہیں لہٰذا ایسے آلات کی پیٹنٹ بھی ناجائز ہوگی۔ جبکہ حکومتِ پاکستان کے پیٹنٹ قوانین میں پیٹنٹ کی رجسٹری کے لئے جو شرائط درج ہیں ان میں ایجاد کے شرعی ہونے کی قید نہیں جس کی وجہ سے ہر آلہ پیٹنٹ رجسٹری ہو سکتا ہے، چاہے شرعاً اس کا استعمال جائز ہو یا ناجائز۔ البتہ سعودی عرب کے پیٹنٹ قوانین میں اس قید کا اعتبار کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے ان کے ہاں غیر شرعی آلات کی پیٹنٹ رجسٹریشن نہیں ہو سکتی۔ [43]

آلات وایجادات کی اقسام اور ان کا شرعی حکم

آلات تین قسم کے ہیں :

1۔ واجبات اور مباح امور کی انجام دہی کے لئے ایجاد کردہ آلات : ان کا ایجاد کرنا اور ان کو پیٹنٹ کرانا شرعاً جائز ہے۔

2۔ حرام اور ناجائز امور کی انجام دہی کے لئے ایجاد کردہ آلات : ان کا ایجاد کرنا اور ان کو پیٹنٹ کرانا شرعاً ناجائز ہے۔

مثلاً اسلامی ممالک میں شراب حرام ہونے کی وجہ سے شراب بنانے کا آلہ بنانا اور اس کی پیٹنٹ بھی ناجائز ہونی چاہیئے، لیکن غیر اسلامی ممالک میں غیر مسلم کا اس جیسا آلہ ایجاد کرنا ناجائز نہیں ہوگا اور اس کی پیٹنٹ بھی ناجائز نہیں ہوگی، کیونکہ ان کی شریعت میں شراب حرام نہیں، لہٰذا اس کے بنانے کا آلہ بھی حرام نہیں ہوگا، ہاں البتہ غیر مسلم ممالک میں مسلمان موجد کا اس طرح کے آلات بنانا ناجائز ہوگا۔

3۔ جو آلات حرام اور حلال دونوں امور میں استعمال ہو سکتے ہوں۔ ان آلات میں ایجاد کنندہ کی نیت کو دیکھیں گے اگر اس کے بنانے والے کی نیت وارادہ حلال اور مباح کام کا ہو، تو اس کا ایجاد کرنا اور بنانا جائز ہے ایسے ہی اس کی پیٹنٹ بھی جائز ہے اور اگر بنانے والے کا ارادہ حرام کا ہو، تو اس کا ایجاد کرنا اور بنانا حرام ہے ایسے ہی اس کے لیے پیٹنٹ کا حصول بھی ناجائز ہوگا، جیسے ٹیلی ویژن جائز، مباح اور ناجائز دونوں طرح کا استعمال ہو سکتا ہے، لہٰذا جائز ومباح کام کی نیت سے بنانے والے کو ثواب اور ناجائز کام کی نیت سے بنانے والے کو گناہ ملے گا لیکن اس کا اکثر استعمال ناجائز امور میں ہوتا ہے اس لیے اکثری استعمال کو دیکھ کر اس پر بھی عدم جواز کا حکم لاگو ہوگا لیکن اگر اسلامی حکومت قائم ہو اور اس کا استعمال حدود کے اندر کرادے تو پھر استعمال جائز ہوگا۔

نوٹ

بعض آلات حلال کام کے استعمال کے لیے بنائے گئے ہوتے ہیں مگر صارفین کی طرف سے اس کا استعمال اکثر وبیشتر حرام کام کے لیے ہوتا ہے تو ایسے آلات کا پیٹنٹ کرانے میں مصالح اور مفاسد دونوں کا اعتبار کرکے جس طرف غلبہ ہو، تو اسی کے حکم کا

اعتبار ہوگا، اگر مصالح زیادہ ہو، تو پیٹنٹ جائز اور اگر مفاسد زیادہ ہو، تو پیٹنٹ ناجائز ہوگی مصالح ومفاسد کے لیے ماہرینِ فن سے رجوع کیا جاسکتا ہے، لیکن صارفین کا اس کو ناجائز وحرام میں استعمال کرنا شرعاً ناجائز ہوگا، جیسے کہ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ وغیرہ کا استعمال۔ اس کی تائید مالکی محقق علامہ شاطبیؒ کی عبارت سے ہوتی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"أَنَّ الْأَغْرَاضَ فِي الْأَمْرِ الْوَاحِدِ تَخْتَلِفُ، بِحَيْثُ إِذَا نَفِذَ غَرَضُ بَعْضٍ وَهُوَ مُنْتَفِعٌ بِهِ تَضَرَّرَ آخَرُ لِمُخَالِفَةِ غَرَضِهِ، فَحُصُولُ الِاخْتِلَافِ فِي الأكثر يَمْنَعُ مِنْ أَنْ يَكُونَ وَضْعُ الشَّرِيعَةِ عَلَى وَفْقِ الْأَغْرَاضِ، وَإِنَّمَا يَسْتَتِبُّ أَمْرُهَا بِوَضْعِهَا عَلَى وفق المصالح مطلقا، وافقت الأغرض أَوْ خَالَفَتْهَا" 44

"ایک ہی چیز میں مختلف وجوہات کی وجہ سے اس کے اغراض جداگانہ ہوتے ہیں، اس طور کہ بعض لوگ اس چیز کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کرتے ہیں، تو دوسری طرف چند لوگوں کے مقصد کے مختلف ہونے کی وجہ سے ان کو اس سے ضرر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات ایک ہی چیز میں اختلاف کا ہونا اغراض کے مطابق شرعی حکم لگانے سے مانع بن جاتا ہے۔ لہٰذا عام مصالح کے اعتبار کا لحاظ رکھا جائے گا، دوسرے چند لوگوں کی اغراض اس کے موافق ہوں یا مخالف۔"

پیٹنٹ کی خرید وفروخت

پیٹنٹ کے بارے میں مغربی وپاکستانی قوانین کا مطالعہ یہی واضح کرتا ہے کہ یہ حق قابل تسلیم بھی ہے اور اس کو مال کا درجہ بھی دیا گیا ہے اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے قوانین میں اس کی ممانعت بالکل نہیں ہے اور شرعاً اس کے حکم پر غور کریں تو قرآن وحدیث میں صراحتاً اس کا حکم موجود نہیں اور نہ ہی متقدمین فقہاء کے اس کے متعلق اقوال ملتے ہیں البتہ عصر حاضر کے علماء نے اس کے متعلق اجتہادات کیے ہیں بعض فقہاء نے اس حق کو مال تسلیم نہیں کیا اور نہ ہی اس کی خرید وفروخت کی اجازت دی ہے جبکہ جمہور فقہاء شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ اور اکثر حنفیہؒ نے اس حق کو مال تسلیم کرکے اس کی خرید وفروخت کی اجازت دی ہے۔

خلاصہ کلام

پیٹنٹ کا اطلاق سائنسی آلات وایجادات پر ہوتا ہے۔ مغرب میں ہر اس ایجاد کو رجسٹر کیا جاتا ہے جس سے مثبت یا منفی اعتبار سے کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے، اس لیے مغربی قوانین میں بہت وسعت دی گئی ہے۔ جبکہ اسلام بھی موجدین کی حوصلہ افزائی کرتا ہے لیکن ہر ایجاد کی تحسین نہیں کرتا بلکہ اسلام صرف ان ایجادات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جن سے انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی مقصود ہو۔ ایسے آلات کی ایجاد اور ان کا استعمال حرام قرار دیتا ہے جس کی وجہ سے انسانی زندگی مسائل ومصائب کا شکار ہو۔ یا وہ حرام امور شراب وزنا اور جوا وغیرہ میں مدد ومعاون بنیں۔ یہی وجہ ہے کہ کئی اسلامی ممالک کے قوانین میں یہ شرط موجود ہے کہ پیٹنٹ صرف اسی صورت میں رجسٹریشن کے قابل ہوگا جب وہ اسلامی اصولوں کے مخالف نہ ہوگا۔ اسلامی فقہ میں اس حق کو محدود رکھا گیا ہے۔ اس لیے ادارہ حقوق دانش کی خدمت میں یہ سفارش کی جاتی ہے کہ اس قانون میں ترمیم کرکے شرعی کی قید کا اضافہ کریں کیونکہ یہ ملکی اور شرعی فریضہ ہے۔

نتائج بحث

1۔ حق ایجاد کو شریعت اور قانون دونوں تسلیم کرتے ہیں۔

2۔ حق ایجاد کی خرید وفروخت قوانین اور جمہور فقہاء کے فتاوی کی رو سے جائز ہے ۔

3۔ مغربی قوانین میں ہر قسم کی ایجاد کو رجسٹر کرانے کا حق ہے لیکن اسلام میں صرف ان ایجادات کی رجسٹریشن کا حق ہے جن سے انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی مقصود ہو ۔

4۔ ایسے آلات کی ایجاد اور ان کا استعمال حرام ہے جس کی وجہ سے انسانی زندگی مسائل و مصائب سے دوچار ہو ۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] تھانوی، محمد بن علی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، بیروت: مکتبہ لبنان، ۱۹۹۶ء، ۱: ۸۵

Thānawī, Muḥammad bin ʻAlī, *Kashāf ʻIṣṭalaḥat Al Funūn wal ʻUlūm,* (Beirūt: Maktabah Lebonan, 1st Edition, 1996), p: 85

[2] کفوی، ایوب بن موسی، الکلیات، بیروت: موسسۃ الرسالہ، ص: ۲۹

Kafwī, Ayūb bin Mūsa, *Al-Kuliyat,* (Beirūt: Mu'ssasah Al Risālah), p: 29

[3] شہرانی، حسین بن معلوی، حقوق الاختراع والتالیف، ریاض: دار طیبہ، ص: ۷۶

Shahrānī, Ḥussain bin M'alawī, *Ḥuqūq al Ikhtira' wal Ta'līf,* (Riyadh: Dār Ṭayyibah), p :76

[4] عثمانی، محمد تقی، مفتی، فقہی مقالات، کراچی: میمن اسلامک پبلشرز، ۲۰۱۱ء، ۱: ۲۲۴

Taqī Usmani, *Fiqhī Maqālāt*, (Karachi: Memon Islamic Publishers, 1st Edition, 2011), 1:224

[5] ایضاً

Ibid.

[6] بکر بن عبداللہ، فقہ النوازل، موسسۃ الرسالۃ، ۱۹۹۶ء، ۲: ۱۶۵

Bakr bin ʻAbdullah, *Fiqh Al Nawāzil*, (Beirūt: Mu'ssasah Al Risālah, 1996), 2: 165

[7] ابو عمرو، دبیان بن محمد دبیان، المعاملات المالیۃ اِصالۃ ومعاصرۃ، السعودیہ: مکتبۃ الملک فہد، ۱۴۳۲ھ، ۱: ۱۸۷

ʻAbū ʻAmar, Dibyān bin Muḥammad Dibyān, *Al Mu'āmlat Al Māliyyah Iṣālatan wa Mu'āṣaratan* (Saudi Arabia: The National library of the King's Fahd, 1432), 1: 187

[8] سامی حبیلی، الحقوق المجردہ فی الفقہ المالی الاسلامی، جامعہ اردنیہ، ص: ۱۵۰

Sāmī Ḥubaylī, *Al Ḥuqūq al Mujarradah fil Fiqh al Islāmī,* (University of Jordan), p:150

[9] گنگوہی، محمود حسن، مفتی، فتاوی محمودیہ، کراچی: دار الافتاء جامعہ فاروقیہ، ۱۶: ۱۸۳

Ghangohī, Maḥmūd Ḥassan, Muftī, *Fatāwā Maḥmūdiyyah,* (Karachi: Dārul Iftā' Jami'ah Fārūqiah), 16:183

[10] سامی حبیلی، الحقوق المجردہ فی الفقہ المالی الاسلامی، ص: ۱۵۰

Sāmī Ḥubaylī, *Al Ḥuqūq al Mujarradah fil Fiqh al Islāmī*, p:150

[11] مفتی محمد شفیع، جواہر الفقہ، کراچی: مکتبہ دار العلوم، ۴: ۴۴۷

Muftī Muḥammad Shafī', *Jawāhirul Fiqh*, (Karachi: Maktabah Dārul ʻUlūm), 4 :447

[12] جواہر الفقہ ۲: ۳۲۹

Ibid. , 2:329

[13] عثمانی، محمد تقی، مفتی، فقہی مقالات، کراچی: میمن اسلامک پبلشرز، ۲۰۱۱ء، ۱: ۲۲۶

'Uthmānī, Muḥammad Taqī, Muftī, *Fiqhī Maqālāt*, 1:226

[14] سامی حبیلی، الحقوق المجردہ فی الفقہ المالی الاسلامی، ص: ۱۵۱

Sāmī Ḥubaylī, *Al Ḥuqūq al Mujarradah fil Fiqh al Islāmī*, p:151

[15] ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، بیروت: مکتبہ عصریہ، ۴: ۶۷۹

'Abū Da'ūd, Sulaymān bin Ash'ath, *Sunan Abī Da'ūd*, (Beirūt: Maktabah 'Aṣariyyah), 4 : 679

[16] بیہقی، احمد بن الحسین، السنن الکبری، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۳ء، ۱۰: ۲۳۵

Al Bayhaqī, Aḥmad bin Al Ḥusayn, *Al Sunan Al Kubra*, (Beirūt: Dār Al Kitāb Al 'Ilmiyyah, 2003), 10: 235

[17] مناوی، عبد الروف، فیض القدیر، مصر: مکتبۃ التجاریہ، ۱۳۵۶ھ، ۶: ۱۴۸

Manāwī, 'Abd al Ra'ūf, *Fayḍ Al Qadīr*, (Egypt: Maktabah al Tajāriyyah, 1356), 6: 148

[18] زرکشی، محمد بن عبد اللہ، البحر المحیط فی اصول الفقہ، دار الکتبی، ۱۹۹۴ھ، ۴: ۲۶۹

Zarqashī, Muḥammad bin 'Abdullah, *Al Baḥr Al Muḥiṭ*, (Dār Al Kutbī, 1994), 4: 269

[19] سامی حبیلی، الحقوق المجردہ فی الفقہ المالی الاسلامی، (جامعہ اردنیہ) ص: ۱۵۳

Sāmī Ḥubaylī, Al Ḥuqūq al Mujarradah fil Fiqh al Islāmī, p:153

[20] عینی، محمود بن احمد، البنایۃ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۰ء، ۱۰: ۲۸۲

'Aynī, Maḥmūd bin 'Ahmad, *Al Bināyah,* (Beirūt: Dār Al Kutub Al 'Ilmiyyah, 2000), 10: 282

[21] ابن عابدین، محمد امین، رد المحتار علی الدر المختار، بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۲ء، ۵: ۵۱

Ibn 'Ābidīn, Muḥammad 'Amīn, *Radd al Muḥtār*, (Beirūt: Dār al Fikr, 1992), 5: 51

[22] مفتی محمد شفیع، جواہر الفقہ، ص۲: ۳۲۹

Muftī Muḥammad Shafī', *Jawāhir Al Fiqh*, 2: 329

[23] ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، الأشباہ والنظائر، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۹ء، ص: ۱۷۸

Ibn Nujaym, Zayn al Dīn bin Ibrāhīm, *Al Ashbāh wal Naẓā'ir*, (Beirūt: Dār Al Kutub Al 'Ilmiyyah, 1999), p: 178

[24] ندوی، فہیم اختر، اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے، ایفا پبلی کیشنز، ص: ۲۴۲

Nadwī, Fahīm Akhtar, *Islāmī Fiqh Academy Makkah Mukarramah ky Faysalay*, (IFA Publications), p: 242

[25] صافی، لطف اللہ، فصلنامہ رہنمون، مدرسہ عالی شہید مطہری، شمارہ ۳، ۲، ص: ۲۰۷۔ خمینی، روح اللہ، تحریر الوسیلہ، قم: دار المکتبۃ العلمیہ ۱۴۰۸ھ، ۲: ۶۲۵

Ṣāfī, Luṭfullah, *Faṣlnama Rahnamūn*, (Madrasah 'Ālī Shahīd Muṭahharī, (Edition,2, 3), p: 207. Khumaynī, Rūḥullah, *Taḥrīr Al Wasīlah*, (Qum: Dār Al Maktabah Al 'Ilmiyyah, 1408), 2:625

[26] لنکرانی، فاضل، فصلنامہ رہنمون، مدرسہ عالی شہید مطہری ص: ۲۱۰۔ مکارم شیرازی، فصلنامہ رہنمون، مدرسہ عالی شہید مطہری ص: ۲۱۱

Lankarānī, Fāḍil, *Faṣlnama Rahnamūn*, (Madrasah 'Ālī Shahīd Muṭahharī), p: 210. Makārim Shirāzī, *Faṣlnama Rahnamūn*, (Madrasah 'Ālī Shahīd Muṭahharī), p: 211

[27] http://muftiakhtarrazakhan.com

[28] الفقہ الاسلامی وادلتہ للزحیلی، ۷: ۵۱۶۰

Al Zuhaylī, *Al Fiqh al Islāmī wa Adillatuhu*, 7 : 5160

[29] "*1502 Definition of a Design [R-08.2012]*". Manual of Patent Examining Procedure. USPTO. Archived from the original on 7 January 2015. Retrieved 7 January 2015.

[30] "*General Information About 35 U.S.C. 161 Plant Patents*". USPTO. Archived from the original on 7 January 2015. Retrieved 7 January 2015.

[31] Phylarchus of Naucratis, "*The Deipnosophists, or Banquet of the Learned of Athenæus*", Translated from Ancient Greek by H.Bohn 12:20, p: 835

[32] "*Wolfgang-Pfaller.de: Patentgesetz von Venedig*" (in German and Italian). Archived from the original on 30-06-2007.

[33] M. Frumkin, The Origin of Patents, *Journal of the Patent Office Society, March 1945, Vol. XXVII, No. 3*, pp: 143 et Seq.

[34] Leaffer, Marshall A. (1990). "Book Review. *Inventing the Industrial Revolution: The English Patent System, 1660-1800*". Articles by Maurer Faculty (666). Archived from the original on 2015-10-04. MacLeod, Christine (1988), *Inventing the industrial revolution : The English patent system, 1660-1800*. (Cambridge: Cambridge University Press), ISBN 9780521893992. Archived from the original on 2015-10-04

[35] Online at Library of Congress: "*A Century of Lawmaking for a New Nation: U.S. Congressional Documents and Debates, 1774 - 1875*": First Congress, Session II, chapter VII, 1790: "An Act to Promote the Progress of Useful Arts" Archived 2016-01-18 at the Wayback Machine..

[36] Joseph M. Gabriel, Medical Monopoly, *Intellectual Property Rights and the Origins of the Modern Pharmaceutical Industry*, (University of Chicago Press, 2014)

[37] الحموی، احمد بن محمد مکی، غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۸۵ء، ۱: ۳۶۹

Al Ḥamwī, Aḥmad bin Muḥammad Makkī, *Ghamz 'Uyūn al Baṣā'ir fi Sharḥ Al Ashbāh wal Naẓā'ir*, (Beirūt: Dār Al Kutub Al 'Ilmiyyah, 1985), 1: 369

[38] 'Azzudīn Muṣṭafa Al Maḥjūb, *Intellectual Property in Islam and Libya*, (Queensland University of Technology, Faculty of Law, 2014), p :70

[39] Patents Ordinance, 2000, Chapter :3

[40] عینی، محمود بن احمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دار احیاء التراث، بیروت، ۲: ۲۳۴

'Aynī, Maḥmūd bin 'Aḥmad, *'Umdah al Qārī*, (Beirūt: Dār 'Iḥyā' al Turāth), 2 : 234

[41] زحیلی، مصطفیٰ، الوجیز فی اصول الفقہ، دار الخیر دمشق، ۲۰۰۶ء، ۱: ۳۳۰

Al Zuhaylī, Muṣaṭafa, *Al Wajīz fī Uṣūl al Fiqh*, (Damascuss: Dār al Khayr, 2006), 1 : 330

[42] سہارنپوری، خلیل احمد، بذل المجہود، مرکز الشیخ ابی الحسن، ہند، ۲۰۰۶ء، ۸: ۵۴۴

Sahāranpūrī, Khalīl 'Aḥmad, *Bazl al Majhūd*, (India: Markaz Shaykh 'Abul Ḥassan, 2006), 8: 544

[43] قانون براءۃ الاختراع السعودی، المادۃ التاسعۃ، المملکۃ العربیہ السعودیۃ

Saudi Patent Law, Article: 9, (Kingdom of Saudi Arabia)

[44] شاطبیؒ، ابراہیم بن موسی، الموافقات، دار ابن عفان، ۱۹۹۷ء، ۲: ۶۵

Shāṭibī, 'Ibrāhīm bin Mūsa, *Al Muwāfqāt*, (Dār Ibn 'Affān, 1997), 2: 65